ایڈیٹر کا اس کالم کے مندرجات سے اتفاق ضروری نہیں

افکار و اخبار

★ مولانا قاضی عبدالکریم

★ نرپڈ محفوظ خان

غرقِ فرعون اور ڈاکٹر حمید اللہ کا جواب الجواب

جناب ڈاکٹر حمید اللہ صاحب فرانس کا مکتوب جو ماہنامہ الحق کے شمارہ ماہ جنوری ۱۹۸۳ء صہ ۵۵ میں درج ہے ملاحظہ ہوا۔ حمید اللہ صاحب نے اپنے خط میں یہ تحریر نہیں کیا کہ آیا میرے گذشتہ جواب سے ان کی تسلی و تشفی اس بارے میں ہوئی ہے یا نہیں کہ فرعون مدّ و جزر سے غرق نہیں ہوا اور نہ ہی اس کی لاش چند غوطہ خوروں نے نکالی۔ بہرکیف اس بارے میں ان کے سکوت سے یہ قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مزید ان کے ذہن میں شبہات نہیں رہے۔ لیکن پھر بھی میں تفہیم القرآن جلد سوم ص ۱۰۸، ۱۰۹ سے مصنّف کے اپنے الفاظ ذیل میں درج کرتا ہوں

"حضرت موسیٰؑ نے بحرِ احمر کی طرف جانے والا راستہ اختیار کیا۔ غالباً ان کا خیال یہ تھا کہ سمندر کے کنارے چل کر جزیرہ نمائے سینا کی طرف نکل جائیں۔ لیکن ادھر سے فرعون ایک لشکرِ عظیم لے کر تعاقب کرتا ہوا ٹھیک اس موقع پر آ پہنچا جب کہ یہ قافلہ ابھی سمندر کے ساحل پر ہی تھا۔ سورہ شعراء میں بیان ہوا ہے کہ مہاجرین کا قافلہ لشکر فرعون اور سمندر کے درمیان بالکل گھر چکا تھا۔ عین اس وقت اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰؑ کو حکم دیا کہ اضرب بعصاک البحر، اپنا عصا سمندر پر مارو۔ فانفلق فکان کل فرق کالطود العظیم۔" فوراً سمندر پھٹ گیا اور اس کا ہر ٹکڑا ایک بڑے ٹیلے کی طرح کھڑا ہو گیا۔" اور بیچ میں صرف یہی نہیں کہ قافلے کے گذرنے کے لئے راستہ نکل آیا بلکہ بیچ کا یہ حصہ اوپر کی آیات کے مطابق خشک ہو کر سوکھی سڑک کی طرح بن گیا۔ یہ صاف اور صریح معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے بیان کی غلطی واضح ہو جاتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہوا کے طوفان یا جوار بھاٹے کی وجہ سے سمندر ہٹ گیا تھا۔ اس طرح جو پانی ہٹتا ہے وہ دونوں طرف ٹیلوں کی صورت میں کھڑا نہیں ہوتا۔ اور بیچ کا حصہ سوکھ کر سڑک کی طرح نہیں بن جاتا۔"

آگے سورہ شعرا آیت ۶۲ تا ۶۳ کی تفسیر میں مولانا صاحب لکھتے ہیں:۔ صہ ۴۹۸

" فاضرب لہم طریقاً فی البحر یبساً - "ان کے لئے سمندر میں سوکھا راستہ بنا دے"

اس کے معنی یہ ہیں کہ سمندر پر عصا مارنے سے صرف اتنا ہی نہیں ہوا کہ سمندر کا پانی ہٹ کر دونوں طرف پہاڑوں کی طرح کھڑا ہو گیا۔ بلکہ بیچ میں جو راستہ نکلا وہ خشک بھی ہو گیا کوئی کیچڑ ایسی نہیں رہی جو چلنے میں مانع ہوتی۔ اس کے ساتھ سورہ دخان آیت ۲۴ کے یہ الفاظ بھی قابلِ غور ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہدایت فرمائی کہ سمندر پار کر لینے کے بعد اس کو اسی حال پر رہنے دے۔ لشکر فرعون یہاں غرق ہونے والا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰؑ اگر دوسرے ساحل پر پہنچ کر سمندر پر عصا مار دیتے جو دونوں طرف کھڑا ہوا پانی پھر مل جاتا اس لئے اللہ تعالیٰ نے انہیں ایسا کرنے سے روک دیا۔ تاکہ لشکر فرعون اس راستے میں اتر آئے اور پھر پانی دونوں طرف سے آکر اسے غرق کر دے۔ یہ صریحاً ایک معجزے کا بیان ہے اور اس سے ان لوگوں کے خیال کی غلطی بالکل واضح ہو جاتی ہے جو اس واقع کی تعبیر عام قوانین فطرت کے تحت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

اس آخری فقرہ سے حمید اللہ صاحب کے اس دعویٰ کی تردید ہوتی ہے کہ" اگر ہمارا اور آپ کا بیٹا ڈوب جائے تو ہم اس کو کس طرح نکالیں گے"

اس ضمن میں 'معارف القرآن' جلد ششم ص ۸۱ پر یم سے مراد دریا لیتے ہیں اور مولانا صاحب کی تفسیر کے الفاظ یہ ہیں :-

" پھر ان کو (مع صندوق کے) دریا میں (جس کی ایک شاخ فرعون کے محل تک بھی گئی تھی) ڈال دو پھر دریا ان کو (مع صندوق کے) کنارہ (کے پاس) تک لے آئے گا"

ص ۸۳ " فلیلقہ الیم بالساحل" اس جگہ لفظ یم بمعنی دریا سے بظاہر نہر نیل مراد ہے"

مولانا محمد شفیع صاحبؒ آیت ۸، کی تفسیر میں ص ۱۲۹ پر لکھتے ہیں۔

" حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دریا پر لاٹھی ماری تو اس میں بارہ سڑکیں اس طرح بن گئیں کہ پانی کے تودے بحر منجمد کی طرح دونوں طرف پہاڑ کی برابر کھڑے رہے اور درمیان سے راستے خشک نکل کر آئے جیسا کہ سورۃ شعرا میں " فکان کل فرق کالطود العظیم اور درمیان میں جو یہ پانی کی دیواریں ان بارہ سڑکوں کے درمیان تھیں ان کو قدرت نے ایسا بنا دیا"

اس ضمن میں تفسیر ابن کثیر سورہ طٰہ میں ص ۱۸ میں بعینہ اسی طرح منقول ہے لیکن طوالت کے خوف سے

میں اسے درج نہیں کرتا۔ حمیداللہ صاحب اسے خود ملاحظہ فرمائیں۔
یہ اوپر مندرجہ مضمون میں صرف ڈاکٹر صاحب کے اس اعتراض پر تحریر کیا ہے جہاں ڈاکٹر صاحب اپنے
خط میں فرماتے ہیں کہ میں نے سورہ طٰہٰ سے سکوت برتا ہے۔ آگے ڈاکٹر صاحب لفظ "یم" سے متعلق استفسار
فرماتے ہیں کہ "کیا حضرت موسیٰؑ کو ان کی ماں نے بحر احمر میں پھینکا تھا؟" اس ضمن میں انہوں نے عبرانی تورات سے
معانی نقل کرنے کی کوشش کی ہے۔ مجھے ڈاکٹر صاحب سے یہ اختلاف نہیں کہ "یم" سے کیا مراد ہے۔ میں
نے اپنے پہلے مضمون میں یہ واضح کیا تھا کہ لفظ "یم" اس عمیق پانی کے لئے استعمال ہوتا ہے چاہے دریا
ہو یا سمندر جس کی گہرائی زیادہ ہو۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن ابو جعفر محمد بن جریر الطبری آیت ۳۹ کے
ضمن میں فرماتے ہیں:-

"یقول تعالیٰ ذکرہ ولقد مننا علیك یا موسیٰ مرة اخری حین اوحینا الی امك
ان اقذفی ابنك موسیٰ حین ولدتك فی التابوت فاقذفیه فی الیم یعنی
بالیم النیل"

یہاں پر طبری "یم" سے مراد دریائے نیل لیتے ہیں۔
اپنے مکتوب میں ڈاکٹر حمیداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن مجید کی کسی آیت میں یہ نہیں ہے کہ سمندر نے
فرعون کی لاش کو ساحل پر پھینکا۔ ڈاکٹر صاحب اس کا ثبوت چاہتے ہیں۔ اس ضمن میں یہ واضح کرنا ضروری
سمجھتا ہوں کہ قرآن مجید میں غیر ضروری تفصیل نہیں ہوتی۔ جیسے دنیاوی کتابوں میں ہوا کرتی ہے۔ علامہ
جلال الدین سیوطیؒ اپنی تفسیر دُر منثور جلد ۳ سورہ یونس آیت ۹۱ کے ضمن میں فرماتے ہیں۔

" فَالْيَوْمَ نُنَجِّيكَ بِبَدَنِكَ " "واخرج ابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم وابن
الانباری فی المصاحف وابوشیخ عن مجاهد رضی الله عنهم فی قوله ، فالیوم ننجیك
ببدنك كذب بعض بنی اسرائیل بموت فرعون فالقی علی الساحل البحر حتی یراه بنو اسرائیل
احمر قصیرا کانه ثور"

واخرج ابوشیخ عن محمد بن کعب رضی الله عنه فالیوم ننجیك ببدنك ، قال جسده
القاه البحر علی الساحل اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کے جسد کو سمندر نے پھینک دیا۔

تفسیر تفہیم القرآن ابوالاعلیٰ مودودی سورہ یونس آیت ۹۱ کی تفسیر میں لکھتے ہیں۔
" آج وہ مقام جزیرہ نمائے سینا کے مغربی ساحل پر موجود ہے۔ جہاں فرعون کی لاش
سمندر میں تیرتی ہوئی پائی گئی تھی۔ اس کو موجودہ زمانے میں جبل فرعون کہتے ہیں اور اسی

کے قریب ایک گرم چشمہ ہے جس کو مقامی آبادی نے حمام فرعون کے نام سے موسوم کر رکھا ہے۔ اس کی جائے وقوعہ ابوزنیمہ سے چند میل اوپر شمال کی جانب ہے اور علاقے کے باشندے اسی جگہ کی نشان دہی کرتے ہیں کہ فرعون کی لاش یہاں پڑی ہوئی ملی تھی۔

اگر یہ ڈوبنے والا وہی فرعون منفتہ ہے جس کو زمانۂ حال کی تحقیق نے فرعون موسیٰ قرار دیا ہے تو اس کی لاش آج تک قاہرہ کے عجائب خانہ میں موجود ہے۔ ۱۹۰۷ء میں گرافٹن ریلیٹ سمتھ نے اس کی ممی پر سے جب پٹیاں کھولی تھیں تو اس کی لاش پر نمک کی ایک تہہ جمی ہوئی پائی گئی تھی۔ جو کھاری پانی میں اس کی غرقابی کی ایک کھلی علامت تھی۔"

تفسیر ابن کثیر میں سورہ یونس آیت ۹۱ کی تشریح اس طرح درج ہے:۔

"اب ہم تیری روح کو نہیں تیرے جسم کو محفوظ کرتے ہیں: تاکہ بعد والوں کے لئے وہ عبرت بن جائے۔ حضرت ابن عباس سے مروی ہے کہ بعض بنی اسرائیل نے فرعون کی موت کے بارے میں شک کیا تھا تو اللہ تعالیٰ نے دریا کو حکم دیا کہ فرعون کے جسد روح کو جس پر لباس بھی موجود ہے زمین کے ایک ٹیلہ پر پھینک دے تاکہ لوگوں کو فرعون کی موت کا حقیقی ثبوت مل جائے۔"

حضرت مولانا مفتی محمد شفیعؒ تفسیر معارف القرآن جلد ۴ ص ۵۶۷ پر معارف و مسائل میں اس واقعہ کی نسبت یوں فرماتے ہیں۔

"جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو فرعون کے ہلاک ہونے کی خبر دی تو وہ لوگ فرعون سے کچھ اس طرح مرعوب و مغلوب تھے کہ اس کا انکار کرنے لگے اور کہنے لگے کہ فرعون ہلاک نہیں ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رہنمائی اور دوسروں کی عبرت کے لئے دریا کی ایک موج کے ذریعہ فرعون کی مردہ لاش کو ساحل پر ڈال دیا جس کو سب نے دیکھا اور اس کے ہلاک ہونے کا یقین آیا۔ اور اس کی یہ لاش سب کے لئے نمونہ عبرت بن گئی۔ پھر معلوم نہیں کہ اس لاش کا کیا انجام ہوا۔ جس جگہ فرعون کی لاش پائی گئی تھی وہ جگہ جبل فرعون کے نام سے معروف ہے۔"

محمود بن عمر الزمخشری نے تفسیر الکشاف جلد ثانی ص ۲۵۲ پر " فالیوم ننجیک ببدنک" کی تفسیر میں لکھا ہے۔ و روی انھم قالوا، مامات فرعون ولا یموت ابدا۔ وقیل اخبرھم موسیٰ بہلاکہ فلم یصدقوہ، فالقاہ اللہ علی

الساحل حتی ساینوہ" ۔ ترجمہ ۔ اور روایت ہے کہ انہوں (بنو اسرائیل) نے کہا ۔ کہ فرعون نہیں مرا ۔ اور وہ کبھی نہیں مرے گا ۔ اور کہا گیا ۔ کہ موسیٰ علیہ السلام نے ان کو فرعون کے ہلاکت کی خبر دی ۔ لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا (تصدیق نہیں کی) پس اللہ تعالیٰ نے اس کو ساحل پر پھینک دیا ۔ یہاں تک کہ انہوں نے آنکھوں سے دیکھ لیا ۔

حضرت کعب رضی اللہ عنہ نے فرمایا " اماہ الماء الی الساحل کانہ ثور" دیکھو تفسیر زمخشری جلد ثانی صہ ۲۵۲ تفسیر کبیر امام فخر الرازی جلد ۱۷ ص ۱۵۰ و تفسیر روح المعانی جلد ۱۱ ص ۱۶۲ - ۱۶۳

اب ان دلائل قاطعہ اور اثبات کے ہوتے ہوئے یہ قیاس آرائی کہاں تک درست ہے ۔ کہ فرعون کی لاش کو چند غوطہ خوروں نے سمندر سے نکال لیا تھا ۔ جب کہ یہ مسلمہ امر ہے کہ فرعون اکیلا غرق نہیں ہوا بلکہ اس کے ہمراہ ایک لاکھ سے زیادہ فوج بھی تھی ۔ یہ امر قرین قیاس نہیں ہے کہ ایک لاکھ یا کم و بیش لاشوں میں فرعون کی لاش سمندر کی تہہ میں کیسے پہچانی گئی ۔

اس کے برعکس قرآن مجید میں صاف ذکر موجود ہے ۔" فالیوم ننجیک ببدنک " کہ آج کے دن تمہارے بدن کو نجات دوں گا ۔ تاکہ آیندہ آنے والوں کے لئے تمہاری نشانی رہ جائے ۔

امید ہے کہ مندرجہ بالا وضاحت سے ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے شکوک و شبہات رفع ہو جائیں گے ۔ اور مزید جواب الجواب در جواب الجواب کی ضرورت باقی نہیں رہے گی ۔

زیڈ ۔ محفوظ خان ایڈووکیٹ سپریم کورٹ پاکستان ۔ پشاور

★ **دینی فرو گذاشت میں تاویلات اور شیوہ سلف** | حضرت مولانا سمیع الحق صاحب دامت معالیکم و

ابھی ابھی الحق ملا ۔ آپ کے یہ جملے کہ ۔ لیکن اس کی دفعہ ۶۱ (الی قولک) میرے نزدیک ایک نہایت اہم فرو گذاشت ہے اور خاصۃً اس مخلوط عبارت کو بلا کسی جھجک کے منظر عام پر لانا میرے نزدیک جرأت ایمان کی بہترین مثال ہے ۔ بس اس پر آپ کی خدمت میں دلی مبارک باد عرض کرتا ہوں ۔ مجھے اس دفعہ کی تفصیلات معلوم نہیں ہیں ۔ اصولاً اتنا سمجھتا ہوں کہ حق کی طرف بلا کسی تاویل کے رجوع کرنا سنت فاروقی و کان وقا فالکتاب اللہ کا احیا ہے اور اس میں رجع الی الحق کی عظمتوں میں واللہ کہ اضافہ ہی ہوتا ہے ۔ متقدمین میں تو اس کی مثالیں ہزاروں تک مل سکتی ہیں ۔ لاتسئلونی مادام ہذا الحبر فیکم مشہور خاص و عام ہے ۔ متاخرین میں قطب ارحی الاسلام شیخ الاسلام والمسلمین حضرت مدنی ۔ امیر شریعت حضرت شاہ صاحب بخاری بطل حریت ۔ مسئلہ تصویر میں امام الہند حضرت مولانا آزاد رحمہم اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ اور ۵۶ء کے آئین کے سلسلہ میں انیس علماء کے جوابات ہیں ۔ سیدی و مولائی حضرت مولانا افغانی دامت برکاتہم ولا زال فیوضاتہم کا صدر محمد ایوب خان کو صاف لفظوں میں خط لکھ کر یہی الفاظ استعمال فرمانا کہ انیس علماء